ہجرت نبوی یا جلاوطنی مکی و مدنی آیات کریمہ کے تناظر میں

A study of the Migration/Exile of the Holy Prophet Muhammad SAW to Medina in the light of Meccan and Madni Surahs

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی*

Abstract

The reasons for the compulsive migrations/exiles of the Prophets of Allah have been revealed in different surahs of Qur'ān. The Prophet *Ibrahīm* (Abraham) A.S. was compelled to migrate for his preaching to his nonbeliever father and disbeliever Tribe. On the same pattern, the exile of the Prophet *Ismā'īl A.S.* and his mother *Hājirah A.S.* is also described in Surah Maryam.

The Prophet *Lūṭ* and Sho'aib A.S. were also warned of exile followed by an unwanted migration. The Prophet *Moses* and *Hārūn* (A'ron) A.S. also choosed autonomic exiles to preach Bani Israel (Israelite Tribe) and save them from the tyranny of Firo'n (Pharaoh).

After the first revelation on the Holy Prophet Muḥammad SAW in the cave of Ḥirā, *Warqah bin Nawfil* disclosed shocking news to the Prophet that His Tribe shall impose an exile on Him. The Prophet surprisingly enquired",Would they compel me to migrate?"*Warqah* replied",Yes, all the predecessor Prophets were also imposed of exiles in response to their preaching".

The migration/exile of the Holy Prophet Muḥammad SAW has been elaborated in this article in the light of Makkī and Madnī Surahs.

Keywords: Migration, Prophets, Holy Prophet, Medīna, Surahs

اسلامی ادب بالخصوص سیرتی ادب میں تاریخی توقیت کے لحاظ سے حدیث بخاری، حضرت عائشہ، حدیث نمبر ۳، ہجرت کے معنی کی اوّلین خبر مصدقہ ہے۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ نے اوّلین تنزیل قرآنی کے بعد سید المرسلین ﷺ کی تصدیق رسالت کرتے ہوئے آپ کو خبردار کیا تھا کہ آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ جلاوطنی کی خبر وحشت اثر سن کر سید المرسلین ﷺ کا تعجب انگیز استفسار تھا:

کیا میری قوم مجھے میرے گھر/وطن سے نکال باہر کرے گی؟

صاحب علوم تورات وانجیل ورقہ بن نوفل اسدیؓ نے جلاوطنی کی تصدیق کرتے ہوئے ایک حقیقت کبریٰ سے اس کو مدلل کیا تھا کہ آپ جیسا جو کوئی پیغام لایا اس کی تقدیر میں وطن بدری لکھی تھی اور پیش رو انبیائے کرام کو ان کی اقوام و ملل نے ان کے اوطان و دیار سے نکالا تھا اور ان کے متبعین کو بھی دربدر کیا تھا۔[1]

---

* سابق ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

1۔ بخاری/فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب ۳۔ بلاعنوان: لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک، فقال رسول اللہ ﷺ: اومخرجی هم؟

رسول اکرم ﷺ کی اپنی ہی قوم کے ہاتھوں جلاوطنی کی خبر سے آگاہی کی یہ اولین مصدقہ شہادت عالم تھی کہ اس سے قبل آپ ﷺ کی تمام تر آگاہی صرف حد امکان میں تھی۔ تنزیلات قرآنی کا سلسلہ کچھ مدت بعد مکی عہد نبوی میں شروع ہوا۔ اور متعدد مکی سورتوں کی آیات کریمہ میں ہجرت نبوی کی تصدیقات ربانی برابر آتی رہیں۔ مدنی تنزیلات قرآنی میں بھی ہجرت نبوی اور ہجرت انبیائے کرام کے ربانی بیانات واسباب بھی آئے، مگر وہ مکی عہد نبوی کے زمانی پس منظر میں تھے اور تصدیق کی خاطر تھے۔ ان تمام تنزیلات قرآنی میں ہجرت نبوی/انبیائے کرام کا بنیادی سبب قومی جبر وکراہ کارہا تھا اور ہجرت سید المرسلین ﷺ کے عواقب ونتائج کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ رسول اکرم سید المرسلین اور خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت عظمیٰ کی آیات کریمہ کا ایک تجزیہ قرآنی تناظر میں کرنے کا مقصد اس مختصر مقالے کا محوری نکتہ ہے۔

ماضی کا پس منظر

انبیائے سابقین کی ہجرت/جلاوطنی اور اس کے قومی جبر واکراہ کے اصل عامل کا ذکر قرآن مجید کی متعدد سورتوں کی آیات کریمہ میں آیا ہے، سورہ ابراہیم:

لَنُخۡرِجَنَّكُم مِّنۡ أَرۡضِنَآ أَوۡ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا[2]

میں وہ تمام کافر اقوام کا اپنے اپنے رسولوں کے محض دعوت دین دینے کے جرم میں جلاوطن کرنے کا اعلان ملتا ہے۔

جد امجد سید المرسلین ﷺ اور ابو الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے والد کافر اور قوم مشرک نے دعوت حق دینے کی پاداش میں ہجرت پر مجبور کیا۔ اگر اس کو خود اختیاری ہجرت بھی قرار دیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پدری وعید اور قومی عقوبت کی وجہ سے خود ہجرت کا رخت باندھا تھا، تو بھی ان کے ترک وطن وہجرت کا عامل جبر واکراہ کا ہی تھا اور ان کے فرزند جلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عظیم اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا اخراج واقعی تھا۔ مکی سورہ مریم[3] میں ان کے ترک قوم کا ذکر صریح ہے۔ اور مکی سورہ ابراہیم: رَّبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ[4] میں ان کے خاندان ذی شان کی جلاوطنی کا اشارہ ہے۔ احادیث نبوی اور روایات سیرت وانبیا سے اس کی اور دوسری آیات کریمہ سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔[5]

ا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی عملی خباثت کی ممانعت پر جلاوطن کرنے کی دھمکی دی اور اپنی حرکات ناشائستہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ مکی سورہ اعراف:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَخۡرِجُوهُم[6]

قال: نعم''؛ شرح حافظ، ۱/۳۶-۳۰

2۔ ابراہیم: ۱۳

3۔ مریم: ۴۶-۴۹

4۔ ابراہیم: ۳۷

5۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ابن عطیہ اندلسی، المحرر الوجیز

6۔ اعراف: ۸۲

مکی سورہ شعراء:

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ[7]

۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قومی اصلاح اور فساد فی الارض سے اجتناب کی دعوت صالحہ کے جواب میں ان کی قوم نے جلاوطنی کی وعید دی۔ مکی سورہ اعراف:

لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا۔۔۔الخ[8]

کتب تفسیر میں روایات واحادیث کا ذکر ہے۔ اسی کے ساتھ ان پر شب خون مار کر قتل کرنے کی بھی منصوبہ بندی کی تھی، جیسا کہ مکی سورہ نمل میں ہے:

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ[9]

اس میں شب خون مارنے کی منصوبہ کی تعبیر تقاسموا باللہ مقاطعہ نبوی کی حدیث کی تعبیر بھی ہے۔ اور اس میں ان کے کذب وافترا کا صاف ذکر ہے جو ہجرت نبوی کے تاریخی منظر نامے کی یاد دلاتا ہے۔[10]

۳۔ حضرات موسیٰ وہارون علیہما السلام کی دعوت دین اور قوم بنی اسرائیل کو مظالم سے نجات دلانے کی خاطر خود اختیاری ہجرت کے معاملے اور تجویز پر فرعون اور اس کے اکابر قوم نے ان دونوں پیغمبران کرام پر جادوگری کا الزام لگایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ان کے دیار سے اخراج کا طعن بھی دیا۔ ساحری وجادوگری کی فضا میں فرعون وملأ فرعون نے اپنے عظیم جادوگروں کے ذریعے مقابلہ آرائی کی اور جب ساحری وجادوگری کی قلعی کھل گئی اور ماہرین فن پر معجزہ موسوی/ضرب کلیمی کی حقیقت آشکار ہوئی تو وہ ایمان لے آئے، اور ان کے ایمان واسلام کو بھی فرعون اور ان کے حواریوں نے جادوگری اور مکر وفریب کا منصوبہ قرار دیا اور اپنی ملت سوداء میں واپس آنے پر مجبور کیا اور انکار پر قتل کی دھمکی دی۔ ان سے متعلق آیات قرآنی مختلف مکی سورتوں میں تصریف کے قاعدے سے بار بار لائی جاتی رہی ہیں، تاکہ کفار ومشرکین اور صاحبان اقتدار وتمرد کی چیرہ دستی، جبر واکراہ اور اخراج ووطن بدری اور قتل وصلب کے مختلف طریقوں سے صاحبان ایمان وامن کو پھر دائرہ کفر میں لایا جائے۔ مکی سورہ طٰہٰ:

قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَى۔۔۔الخ[11]

مزید یہی صورت طٰہٰ:

يُرِيدَانِ أَن يُخْرِجَاكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِمَا۔۔۔۔الخ[12]

7۔ سورہ شعراء: ۱۶۷۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن کثیر وابن عطیہ اندلسی کی تفاسیر آیات کریمہ

8۔ سورہ اعراف: ۸۸

9۔ سورہ نمل: ۴۹

10۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، حمدی طباعت، مکتبہ المورد، قاہرہ ۲۰۰۶ء، ۳/۲ مابعد صحیفۂ مقاطعہ کے لیے ۹/۲ ۷ ومابعد ہجرت نبوی کے لیے

11۔ سورہ طٰہٰ: ۵۷

12۔ طٰہٰ: ۶۳

مکی سورہ اعراف:

إِنَّ هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا ... الخ[13]

یہ تینوں آیات مکی فرعون اور ان کے درباریوں کے بارے میں ہیں۔ مقابلہ کرنے والے ساحروں کے مکالمات اور قبول حق کے لیے آیات کریمہ: طٰہٰ وما بعد:

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّداً .... وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ[14]

ان تمام مکی آیات کریمہ میں متعدد انبیائے کرام اور ان کی اقوام مفسدہ کے علاوہ عام طور سے تمام انبیائے کرام کی جلاوطنی کا ذکر صریح ملتا ہے۔ وطن/قریہ سے اخراج کی دھمکی اور اس پر عمل آوری کا باعث انبیائے کرام کی دعوت حق ہے، اور اسی میں ان کے اعمال فاسدہ کی اصلاح بھی شامل ہے۔ ارباب کفر و شرک اور صاحبان ظلم و تعدی اور حاملین اقتدار و نخوت کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کسی طور دین حق کو قبول کرنے نہیں دیتے اور جو قبول کرلے اسے ہر طرح سے مجبور کرتے ہیں کہ وہ واپس ان کی ملت میں آجائے، اور کانِ نمک میں نمک بن جائے، ظلمات میں کھو جائے۔ اس جبر و اکراہ اور چیرہ دستی سے کام بنتا نہ دیکھ کر وہ پیغمبران عظام اور ان کے اصحاب ایمان کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں، یا ان کی دربدری کے، اور ان تمام مفاسد میں جبر و اکراہ کا عنصر بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

بنو اسرائیل کی جلاوطنی کی دو وجہات قرآن مجید کی مکی و مدنی سورتوں کی آیات کریمہ میں ملتی ہیں:

الف: ایک معاند و کافر قوم کے ہاتھوں ان کی دربدری

ب: اور دوسری خود ان کی فطرت سرکشی کی وجہ سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی میں خود اپنے گروہ/طبقہ/جماعت کی وطن بدری جو زیادہ خطرناک ہے۔

بنو اسرائیل کی مسخ فطرت اور سرکش جبلت کی انتہا یہ تھی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی الزام لگاتے تھے اور ان کی آمد و کوشش آزادی کو عذاب و فتنہ اور عقوبت گردانتے تھے:

ا۔ مدنی سورہ بقرہ:

وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ[15]

ایک اور مقام پر سورہ بقرہ:

وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا[16]

13۔ اعراف: ۱۲۳

14۔ طٰہٰ: ۷۰۔ آیات کریمہ کی تفسیر کتب تفسیر میں بالخصوص ابن کثیر، ابن عطیہ اندلسی، اور ان کے مآخذ و پیش رو طبری وغیرہ کی روایات و تفاسیر ملاحظہ ہوں۔

15۔ سورہ بقرہ: ۱۹۱

16۔ سورہ بقرہ: ۲۴۶

اور جیسی آیات کریمہ میں ان کے اپنے دیار سے اخراج بالجبر کا باعث بیان کیا گیا ہے اور وہ فرعون اور اس کی ملأ کے سیاہ کارناموں میں سے ایک تھا۔

۲۔احکام الٰہی کی خلاف ورزی کر کے ''اپنوں'' کو ہی وطن بدر کرنا یا خود ہی جلاوطنی اختیار کرنا یا اسیروں کو فدیہ لے کر نکال باہر کرنا وغیرہ۔ان آیات میں سے بقرہ:

وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ / تُخْرِجُونَ فَرِيقاً مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ [17]

نیز بقرہ-۷۵

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ [18]

۳۔مزید چند آیات بقرہ وغیرہ میں وطن / دیار سے اخراج کی پاداش میں قتال وجہاد ان پر فرض کیا گیا تھا، جس کا اعتراف خود ان کو بھی تھا۔ یہ ایک اہم ترین نکتہ اور لازمی ردعمل صاحبان ایمان اور مہاجرین کرام کے لیے بیان کیا گیا ہے۔دوسرے الفاظ میں جبری اخراج پر قتال کی فرضیت کا قانون آتا ہے۔ [19]

ہجرت سید المرسلین ﷺ

سنت انبیائے کرام کی مانند حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت مقدر تھی اور اس کی تقدیر کا سرنہاں مکہ ہی میں کھول دیا گیا تھا۔اول اول حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ کی پیش گوئی کے ذریعے اور وہ بھی کتاب الٰہی تورات و انجیل کی بیان کردہ تکوینی وتدبیری آیات کے اطلاق پر مبنی تھا۔ پھر رویائے صادقہ کی وحی خفی کے ذریعے آپ ﷺ کو ہجرت کی خبر ہی نہیں دی گئی بل کہ دار ہجرۃ دکھایا گیا اور پھر دوسرے رویا صادقہ کے ذریعے اس کی تعیین بھی کر دی گئی۔ [20]

مکی عہد نبوی میں سورہ اسرا کی دو آیات کریمہ میں ہجرت نبوی کا اعلان و اظہار کیا گیا اور اس کے برخلاف عواقب اور اثرات کی وضاحت بھی کر دی گئی۔سورہ اسرا:

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الأَرْضِ لِيُخْرِجوكَ مِنْهَا وَإِذاً لاَّ يَلْبَثُونَ خِلافَكَ إِلاَّ قَلِيلا [21]

مفسرین و محدثین و شارحین کرام کے ایک طبقے نے محض روایات وآثار کی وجہ سے اسے مدینہ منورہ کے یہود کی سازش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔اس کے خلاف دوسرے طبقۂ مفسرین نے توقیت و تنزیل، نظم قرآن کریم اور احادیث واقوال وآثار اور منطقی استدلال کی بنا پر ہجرت مدینہ سے متعلق بتایا ہے۔ان کا منطقی استدلال نظم قرآن کریم پر مبنی ہے کہ وہ مکی آیات کریمہ ہے، لہٰذا اس سے مراد یہود مدینہ

17۔ بقرہ:۸۴-۸۵

18۔ بقرہ:۷۵

19۔ بقرہ:۲۴۶،۱۹۱،وغیرہ

20۔ مفصل بحث کے لیے کتاب خاکسار: وحی حدیث، دار النوادر، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی، ص ۲۷، ۲۰۰۴ومابعد: احادیث بخاری: ۳۶۲۲، ۳۹۸۷وغیرہ؛ فتح الباری۔

21۔ سورہ اسرا:۷۶

کو لینا منطق و نظم دونوں کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ میں فعل اخراج و استفزاز (بچلانے/لرزاں کرنے) میں فاعل فاسد کے عدم صراحت نے اقوال و شروح و تفسیرات میں ابہام پیدا کیا۔ صحابہ کرام میں حضرت ابن عباسؓ ترجمان القرآن اور ان کے شاگرد عزیز حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ وہ قریش کے منصوبہ جلاوطنی رسالت مآب ﷺ کو بیان کرتی ہے اور اس ضمن میں ہجرت نبوی کی روایات واحادیث بیان کی ہیں یا ان کا حوالہ دے کر اسے خالص مکی دور کا واقعہ بتایا ہے۔

صحابی جلیل کا دوسرا طبقہ تلامذہ حضرت مجاہدؒ وغیرہ پر مشتمل قریشی منصوبہ بندی اور اخراج رسول اللہ ﷺ کی تفسیر زیادہ وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ مفسرین کرام میں سے طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر، ابن عطیہ اندلسی وغیرہ نے ان اقوال و روایات و تفسیرات کا ذکر کیا ہے اور ان کے محققین نے حواشی میں تخریج کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد اور متعدد دوسرے اُردو مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کا مصداق قریش کو قرار دیا ہے، جو آپ ﷺ کے اخراج کے درپے تھے۔[22]

مذکورہ بالا آیت کریمہ کا آخری جملہ:

وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا

قریش کے فعل اخراج کا لازمی انجام بتاتا ہے۔ اس میں صراحت تام ہے کہ وہ آپ کے پیچھے پھر وہاں نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت شاہ کا فارسی ترجمہ معنی خیز ہے:

وہ آنگاہ نمانند پس از تو مگر اندکے۔

ڈپٹی نذیر احمد نے اسے واضح تر کر دیا ہے:

پیچھے یہ لوگ بھی چند روز سے زیادہ (اطمینان سے اپنے وطن میں) نہ رہنے پاتے۔

پھر دونوں نے حواشی میں اس کی وضاحت و تشریح کی ہے اور وہ اگلی آیت کریمہ:

سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا

کے حوالے سے ہے۔ موخر الذکر کا حاشیہ ہے:

مطلب یہ ہے کہ جب کبھی کسی امت نے اپنے پیغمبر کو ستایا، اس کو جلاوطن کیا ہے تو وہ لوگ بھی عذاب سے محفوظ نہیں رہے۔ یہی حال اہل مکہ کا ہونا ہے اور واقعہ میں ہوا بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا حاشیہ زیادہ بلیغ ہے:

ترجم گوید: واین معنی روز بدر متحقق شد و جمعے کہ درپے ایذا آن حضرت بودند مقتول شدند

اور آخری جملہ نظم قرآن بیان کرتا ہے:

22۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ابن عطیہ اندلسی، المحرر الوجیز، آیت مذکورہ کے حواشی محققین، موخر الذکر نے قول ابن عباسؓ سے اپنی عدم واقفیت بتائی کہ امام ابن کثیر نے اقوال و روایات نہیں دیں، صرف کفار قریش کے اخراج رسول ﷺ کا عام ذکر کیا ہے؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۷۹-۸۸، منصوبہ بندی قریش کے لیے؛ شاہ ولی اللہ دہلوی، فتح الرحمن، ترجمہ و حاشیہ؛ نذیر احمد، تفسیر القرآن الکریم، ترجمہ و حاشیہ، دونوں کے حواشی آگے آتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ شاہ عبدالقادر دہلوی نے آیت کریمہ کا ترجمہ تو دیا ہے مگر اس پر موضح قرآن میں کوئی حاشیہ نہیں لگایا اور نہ اس کے مصداق سے بحث کی۔

وَإِن كَادُوا، بجہت این گفتہ شد کہ وقت نزول آیت قصد لغزانیدن داشتند وہنوز ملتجی بہ ہجرت نکردہ بودند، واللہ اعلم۔

عربی تفاسیر میں بھی اسی طرح قریش کفار کے یوم/غزوہ بدر میں کھیت رہنے کا بیان واضح طور سے مختلف سلف صالحین کے حوالے سے آتا ہے، مثلاً ابن عطیہ اندلسی کا بیان کردہ قول مجاہدؒ ہے:

ونفذ عليهم الوعيد فى ان لم يلبثوا خلفه الا قليلا يوم بدر

دوسرے مفسرین کی بھی ایسی تعبیرات ہیں۔ ان تمام تشریحات و تفسیرات سے اور ان سے زیادہ مکی سورہ اسراء کی آیات کریمہ: ۷۶-۷۷ سے اخراج انبیا کا عقاب و انجام اس کے مجرموں اور مرتکبوں کو عذاب الٰہی کی شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اور دوسرے انبیا کرام کے اخراج اور اس کے عقاب سے متعلق آیات کریمہ بہت سی ہیں اور دلچسپ اور معنی خیز بات/حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کی سب آیات مکی ہیں، سوائے بنو اسرائیل کے فرامین الٰہی کے کہ وہ مدنی ہیں اور وہ تسلسل وارتقا کا معاملہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے اخراج و وطن بدری کے عواقب و نتائج سے اکابر مجرمین اور سادات قریش میں سے اکثر بہ خوبی واقف تھے۔ روایات سیرت کا ایک بڑا مجموعہ ان کے دونوں طبقات۔ متشددین و معاندین اور صلح جو و امن پسند کے طریق فکر و عمل کو واضح کرتا ہے۔ متعدد اسباب و عوامل سے اور سب سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے اخراج کے اثرات و نتائج سے خود طبقہ مجرمین حیص بیص کا شکار تھا، جیسا کہ مدنی سورہ انفال: میں ذکر آتا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ [23]

اس پر مزید بحث آگے آتی ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ امام ابن اسحاق اور ان کے پیروکاروں نے اس آیت کریمہ کا حوالہ قریش کے دارالندوہ کے مشورے اور بحث کے ضمن میں دیا ہے۔ دوسرے مصادر سے ان کے طبقات کے اختلاف کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں تین متبادلات کا ذکر ہے اور بحث قریش میں آخری متبادل کا فیصلہ نہ ہو سکا تھا۔

ثبات قدمی کی دعائے نبوی

مکی سورہ اسرا کی آیت کریمہ:

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ [24]

کے زیادہ تر اور عام معنی مروی یہ ہیں کہ تمام امور و معاملات میں قدم مقام صدق/شاہراہ استقامت پر قائم رہے اور رسول اکرم ﷺ کو یہ دعا رب العالمین نے ہر ورود و صدور کے لیے سکھائی تھی۔ مفسرین و شارحین کے ایک بڑے طبقے نے بہ ہر حال اس کے مخصوص معنی مراد لیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے/جانے میں اور مدینہ منورہ میں داخلہ/آنے میں ثبات قدمی اور مقام صدق عطا ہو۔ اور ان کے مطابق یہ دعائے الٰہی نبوی ہجرت مدینہ کی خبر گوش گزار کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مانگی تھی۔ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ کی مسند احمد کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ مکے میں تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم

23۔ سورہ انفال: ۳۰

24۔ سورہ اسراء: ۸۰

دیا اور اس آیت کو نازل فرمایا۔ حافظ موصوف نے اس کی سند پر ترمذی کا تبصرہ نقل کیا ہے کہ وہ حسن صحیح ہے، پھر حسن بصریؒ سے اس کی تفسیر بیان کی ہے کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کریں یا جلاوطن کریں یا باندھ کر رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے قتال کا فیصلہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ حضرات قتادہ، عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے اسی طرح "مدخل صدق" سے مراد مدینہ اور "مخرج صدق" سے مراد مکہ لینے کی نسبت کی ہے۔ ابن عطیہ اندلسی سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت / حدیث مروی و منقول ہے جس پر محققین کرام کا حاشیہ: ا، اس کو مرفوع ہونے کے باوجود ضعیف قرار دیتا ہے، مگر متعدد دوسری تفاسیر کی تخریج کی معلومات دی ہیں اور ان کے مطابق مذکورہ بالا کے علاوہ وہ موجود ہے: طبری / تفسیر، طبرانی / کبیر، ابن عدی / الکامل، حاکم / مستدرک، بیہقی / کبریٰ اور دلائل النبوۃ، ضیاء / مختارہ جو اسی سند سے ہے اور اس کے اولین راوی قابوس کو ضعیف بتایا ہے۔[25]

خاص معنی بالخصوص ہجرت مدینہ سے متعلق اس کی تنزیل و شان تنزیل کے سلسلے میں اسی کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ وہ اصلاً تو عام معنی کی آیت ہے، لیکن اس کے بعد وہ خاص معنی اور "غرض مخصوص" کے لیے خاص ہو گئی، جیسا کہ متعدد دیگر آیات قرآنی کا معاملہ نظر آتا ہے کہ وہ عام سے خاص اور مطلق سے مقید یا اس کے برعکس ہو جایا کرتی ہیں اور یہ نظم قرآنی، اطلاق آیات اور شرح و تاویل کا ایک اہم اور نازک باب و مبحث ہے۔

قریشی مکر قتل و حبس و اخراج

مکی سورہ اسرا کی گزشتہ آیات کریمہ میں جس قریشی منصوبۂ قتل و حبس و اخراج یا خالص جلاوطنی کا حوالہ مفسرین کرام نے دیا ہے وہ اصلاً سورہ انفال کی مدنی آیت کریمہ کے پس منظر میں دیا گیا ہے۔ اس میں قریشی اکابر کے دارالندوہ میں مشورے کی صراحت کی گئی ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ[26]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اسے مکے میں جمع کفار کی رائے و مشورے کی طرف تعریض سے تعبیر کیا ہے:

تعریض است بان قصہ کہ کفار در مکہ جمع شدہ این رائے می زدند۔

تمام اردو، عربی مفسرین کرام نے اسی تعریض کا ذکر مختلف الفاظ میں کیا ہے، اور دارالندوہ میں اکابر قریش کے مشورے کی روایات بھی نقل کی ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے مشورہ قریشی کے تینوں الفاظ کے معانی و جہات و اطلاقات مختلف اکابر لغت و تفسیر سے نقل کیے ہیں خاص کر اول الذکر کے کہ وہ قید و بند کے معنی میں ہے۔ اس کے بعد ایک روایت سیرت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے محافظ و کفیل عم مکرم ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اکابر کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی

25۔ ابن کثیر، تفسیر آیت مذکورہ؛ ابن عطیہ اندلسی، مذکورہ بالا حاشیہ: ا، نیز دوسرے بیانات اور ان کے حواشی جو اس کو عام یا کسی اور خاص معاملہ کی بتاتے ہیں۔

26۔ سورہ انفال: ۳۰

اللہ علیہ وسلم نے ہاں فرمایا اور ان تینوں متبادل آرا کا ذکر کر دیا جب کہ آپ دار المشورہ/دار الندوہ میں موجود نہ تھے۔ ابو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و آگاہی پر حیرت ہوئی تو اس کا ذریعہ پوچھا، آپ نے فرمایا:

میرے رب نے مجھے اس کی اطلاع دی کہ وہ ابھی تک ان تینوں متبادلات پر غور و خوض کر رہے ہیں اور حتمی فیصلے تک نہیں پہنچے۔

اس روایت میں ابو طالب کے ذکر کو بعض حضرات و شارحین نے ''منکر'' قرار دیا ہے، محض اس بنا پر کہ وہ آیت مدنی ہے اور ابو طالب اس وقت موجود نہ تھے۔ اس کی تردید بھی کی گئی ہے کہ آیت کریمہ کی تنزیل مدنی بلاشبہ ہے، لیکن وہ جس واقعہ کی تعریض ہے وہ تو مکی تھا اور اس وقت وہ زندہ و موجود تھے۔ دوسری روایات/خاص کر امام سیرت ابن اسحاق کی روایت بابت مشورہ اکابر قریش/مجلس دار الندوہ کا ذکر ابن کثیر نے تفصیل سے کیا ہے۔ بہر حال یہ سورہ کریمہ خواہ مدنی تنزیل ہو وہ مکی واقعے ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ایسا مدنی آیات کثیرہ میں اسلوب قرآنی اختیار کیا گیا ہے۔ محض تنزیل مدنی یا توقیت زمانی و تاریخی ترتیب کی بنا پر واقعات و احکام اور معاملات و احوال کو مدنی نہیں قرار دیا جا سکتا، ورنہ بہت سے واقعات سیرت کی تعریضات و تلمیحات اور احکام کی مشروعیت و نفاذ اور احوال و ظروف کی حیثیت و واقعیت معرض خطر میں ہی نہیں پڑے گی، بل کہ مرضی و منشائے الٰہی کے خلاف ہو گی۔ صرف ہجرت نبوی کی مدنی آیات متعددہ کے نزول مدنی کا معاملہ اس کا سر نہاں فاش کر دے گا اور تمام گتھیاں کھول دے گا۔ اصلاً قرآنی نظم کا طریق مسلسل ارتقا اور پیہم ارتباط کا ہے۔ مکی آیات کریمہ کی تصدیق و تائید مدنی آیات سے مختلف وجوہ سے کی جاتی ہے۔ [27]

دیگر مدنی آیات کریمہ میں ہجرت نبوی کا حوالہ

یہ عجیب و غریب ہی نہیں، بہت معنی خیز و اہم واقعہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ مہاجرین کے اخراج کا ذکر و تعریض اور احسان و نعمت ربانی کا اظہار سب کا سب مدنی آیات کریمہ میں آیا ہے، بہ استثنائے سورہ اسرا اور وہ مختلف جہات رکھتا ہے۔ مدنی سورتوں کی ترتیب نزولی مد نظر رکھی جائے یا موجودہ توقیفی و آخری ترتیب ربانی، اس سے امر واقعہ کی ''مکیت''، یعنی مکہ میں وقوع پذیری پر اثر نہیں پڑتا۔ واقعہ اخراج رسول اکرم ﷺ اور صحابہ مہاجرین اپنی زمانی و مکانی قدامت پر قائم و دائم رہتا ہے، البتہ ان سب کی جہات گوناگوں ہوتی جاتی ہیں۔ پہلے موجودہ ترتیب سورہ ہائے قرآن کے مطابق آیات ہجرت نبوی/اخراج نبوی اور پھر ان کی جہات و معانی و اطلاقات سے بحث کی جائے گی۔

۱۔ سورہ بقرہ:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا [28]

27۔ ابن کثیر، ابن عطیہ اندلسی، شاہ ولی اللہ وغیرہ مذکورہ بالا آیت کے حوالے سے نیز دیگر عربی اردو مفسرین کرام کی تفسیرات و تعبیرات ملاحظہ ہوں؛ ابن اسحاق/ابن ہشام مذکورہ روایت ہجرت، ۲/۸۸-۸۷ وغیرہ

28۔ بقرہ: ۲۱۷

۲۔ سورہ بقرہ:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ[29]

۳۔ سورہ آل عمران:

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ[30]

۴۔ سورہ توبہ:

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ[31]

۵۔ سورہ توبہ:

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا[32]

۶۔ سورہ حج:

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ[33]

۷۔ سورہ محمد:

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ[34]

۸۔ سورہ حشر:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[35]

29۔ بقرہ:۱۹۱

30۔ آل عمران:۱۹۵

31۔ توبہ:۱۳

32۔ توبہ:۴۰

33۔ حج:۴۰

34۔ سورہ محمد:۱۳

35۔ حشر:۸۔۹

۹۔ سورہ ممتحنہ:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ [36]

جہات آیت ہجرت واخراج

مذکورہ بالا تمام آیات کریمہ میں لفظ ''اخراج'' پر سب سے زیادہ زور ہے اور اسے بلاشک وشبہ ''کلیدی لفظ'' کہا جاسکتا ہے۔ ان سب میں جبر واکراہ اور ظلم وزیادتی سے نکالنے اور دربدر کرنے کا اظہار ہے، حتی کہ مہاجرین کے لیے بھی اسی شاہ کلید کا ذکر کیا گیا ہے۔ سید المرسلین ﷺ اور اصحاب کرام کے اخراج کا موازنہ ومقابلہ سابق انبیائے کرام اور ان کے اصحاب کے اخراج کرنے سے اس کے سنت الٰہی کا اثبات ہوتا ہے، ایسی سنت الٰہی جس میں تبدیلی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت مکی سورہ اسراء: ۱۳ میں بہت پہلے کی جاچکی تھی۔ یعنی ایک سنت جاوداں اور قانون ربانی مکی دور میں بیان ہوا اس کی تشریح وتعبیر، وضاحت وصراحت اور اطلاق ونفاذ مدنی آیات میں کیا گیا ہے۔

۱۔ متعدد آیات کریمہ میں ''اخراج اهله /اهلهم'' کے ساتھ اسے مقید کیا گیا ہے اور اس میں اخراج بالجبر والاکراہ کی شناعت کی افزونی دکھائی گئی ہے۔ اس کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ وہ صرف وہاں کے باسی نہ تھے، بل کہ وہاں کے باشندے تھے اور تمام تر حقوق اہل بھی رکھتے تھے۔ یہ اخراج کی دوسری جہت ہے اور اس کا موازنہ سابق انبیائے کرام کی امتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے یعنی وہ اس کی ماضی کی نظیر ومثال بن جاتی ہے جیسا کہ مکی سورہ اعراف: ۱۲۳ وغیرہ میں ''اخراج اہل'' کا حوالہ آیا ہے۔

۲۔ امت مکی محمدی کی بالجبر جلاوطنی /اخراج کو ان کے گھروں، دیار سے بھی خاص کر کے ان کی شہریت وملکیت ظاہر کی گئی ہے۔ اس کا سیدھا وصاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ہی گھروں میں آباد وشاد تھے، کسی کے گھر میں تھے، نہ رہ گذاروں اور آستانوں پر بیٹھنے والے تھے۔ دیار سے اخراج کا ذکر متعدد بل کہ بیشتر آیات کریمہ میں خاص زور وتاکید کے ساتھ اللہ رب العزت نے کر کے اس کی از حد شناعت واضح کی ہے۔ گزشتہ انبیائے کرام اور ان کے اصحاب عظام کے ان کے دیار سے اخراج کا ذکر متعدد مکی ومدنی آیات کریمہ میں کر کے اس کی بھی نظیر قائم کی ہے۔

۳۔ متعدد آیات کریمہ میں انبیائے کرام اور ان کے اصحاب اور سید المرسلین ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو ان کی زمین /ارض سے نکالنے /اخراج کو خاص کیا گیا ہے اور یہ ایک اور نظیر وجہت اخراج ہے۔ مفسرین وشارحین اور مترجمین وماہرین لغات نے اس کا عام ترجمہ زمین نہیں کیا بل کہ اس سے مراد ''وطن'' لیا ہے۔ مفسرین کرام میں ابن کثیر وابن عطیہ اندلسی، طبری وغیرہ کا ذکر پہلے آچکا اور

36۔ ممتحنہ ۸۔۹

اسی طرح اُردو فارسی کے حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد اور شاہ ولی اللہ دہلوی کا۔ قریب قریب تمام دوسرے مفسرین و مترجمین نے "ارض /ارضنا/ارضکم" میں ان اقوام کے اوطان ہی مراد لیے ہیں اور بنو اسرائیل کے حوالے سے مصر، فلسطین وغیرہ اور امت محمدی اور سید المرسلین ﷺ کے باب میں خاص مکہ مکرمہ کی متعین صراحت کی ہے۔

۴۔ اگرچہ اخراج میں جبر و اکراہ اور زور زبردستی کا عنصر و معنی یوں ہی موجود ہے اس کی مزید وضاحت و شناعت کے لیے ایک اور تعبیر لائی گئی ہے اور وہ "بغیر حق" ہے جیسا کہ مکی یا مدنی سورہ حج۔۴۰ میں ہے یعنی ان کو ناحق نکالا گیا تھا۔ ان کے کسی جرم، حرکت اور ناشائستہ عمل کی پاداش میں نہیں۔ سورہ حج کو اکثریت نے مدنی قرار دیا ہے، لیکن متعدد مفسرین اور ماہرین نے اسے مکی گردانا ہے۔ دونوں کے دلائل ہیں۔ سید مودودی نے مکی و مدنی دونوں کا مجموعہ بتایا ہے۔ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ وہ لوگ مکے سے مدینہ کی طرف ناحق/بغیر حق نکالے گئے تھے اور ان سے مراد محمد ﷺ اور اصحاب ہیں۔

ابن عطیہ اندلسی نے اس آیت کریمہ میں مہاجرین حبشہ کو بھی مہاجرین مدینہ کے ساتھ شامل کر کے ہجرت مسلمین اور اخراج کفار کی جہات کو مزید وسعت دی ہے۔ بالعموم بیشتر کیا سارے ہی مفسرین و شارحین آیات ہجرت و اخراج کے ضمن میں مہاجرین حبشہ اور ان کی قربانی اور اولین بل کہ دوہری ہجرت کا ذکر نہیں کرتے، حال آں کہ تمام کے تمام مہاجرین حبشہ بالخصوص سابقین اولین کو مدینہ منورہ کی اولین/ابتدائی ہجرت کا بھی افتخار ملا تھا، جیسا کہ احادیث نبوی میں ہے۔

۵۔ سید المرسلین ﷺ کے اصحاب کرام اور گزشتہ اہل ایمان کے اخراج میں ایک اور جہت یہ ہے کہ ان کو ان کے اموال سے نکالا گیا تھا جیسا کہ مدنی سورہ حشر میں فقرا مہاجرین کے بارے میں ان کے دیار کے ساتھ ان کے اموال کا بھی ذکر کیا گیا ہے:

أُخۡرِجُوا مِن دِيَٰرِهِمۡ وَأَمۡوَٰلِهِمۡ [37]

اس تحقیق/تنقید کا مطلب ہے کہ فقرا مہاجرین محض اخراج/ہجرت کے سبب فقیر و مہاجر بنے تھے ورنہ وہ اپنے وطن میں صاحب جائداد و مال تھے۔ بالعموم مفسرین و مترجمین نے "اموال" کا صحیح ترجمہ اور اطلاق نہیں کیا۔ وہ فقیر/فقرا کو کسی قدر صاحب مال قرار دیتے ہیں جیسے ابن عطیہ اندلسی کی شرح میں ہے۔ ابن کثیر، شاہ صاحب وغیرہ نے ان کے اموال سے ترجمہ کر کے صرف عام معنی کا اظہار کر دیا ہے، حال آں کہ اموال سے مراد جائداد اور غیر منقولہ اراضی اور باغات و کھیت بل کہ آطام و گڑھیاں/محلات تھے، جیسے کہ اکابر قریش کے طائف کے اموال تھے یا بنو نضیر کے اموال مدینہ منورہ میں تھے، جن کا ایک حوالہ اوپر ایک آیت میں ان کے خلاف غزوہ نبوی کے باب میں آیا ہے اور مدنی سورہ احزاب وغیرہ کے علاوہ متعدد سورتوں کی آیات کریمہ میں آیا ہے۔ سید المرسلین ﷺ کے جدی مکان، دوسرے مہاجرین کے مکانات و اموال مکی و طائفی کا ذکر روایات سیرت و احادیث نبوی میں بہ کثرت آتا ہے اور وہ صحیح جہت بتاتا ہے۔[38]

37۔ سورہ حشر: ۸

38۔ اس بحث اموال کے لیے ملاحظہ ہو؛ کتاب خاکسار: عہد نبوی کا تمدن، دار النوادر، لاہور ۲۰۱۴ء طبع دوم، باب اموال و آراضی؛ سورہ حج کے مکی

۶۔ فقرائے مہاجرین یعنی اصحاب محمد ﷺ کے اخراج کا ایک بنیادی سبب بعض آیات کریمہ میں [39] بتایا گیا ہے ان کا ایمان تھا یعنی وہ ایمان لانے والے اور اللہ کو اپنا رب کہنے کی پاداش میں نکالے گئے تھے اور کفار مکہ بالخصوص ان کے اکابر کو یہ ایمان باللہ قابل قبول نہ تھا۔ متعدد آیات کریمہ میں اور بہت سی احادیث نبویہ اور روایات سیرت میں اللہ کو اپنا رب کہنے کی پاداش میں سابق اقوام ظالمہ و جبارہ کے متکبرین نے اور کفار و اکابر مکہ کے معاندین و صاحبان مظالم نے رسول اکرم ﷺ کو ستایا تھا اور نہ صرف تعذیب کی بل کہ شدید اذیت دی اور قتل تک کرنے کی کوششیں مسلسل کرتے رہے۔ قتل کا ارتکاب جلی و واقعی صرف اس لیے نہیں کیا کہ اس سے ان کی انانیت اور مظالم کی مقصدیت فوت ہو جاتی۔

۷۔ مجرمین اخراج و تعذیب کی انانیت و ضد یہ تھی کہ صاحبان وایقان اور اللہ و رسول کے مومنین صادقین کو پھر سے اپنی ملت/ملتوں میں لے جائیں۔ اس کی نظیریں گزشتہ انبیائے کرام حضرات صالح، ہود، شعیب وغیرہ علیہم السلام اور ان کے صاحبان عزیمت و ایقان صحابہ میں بھی ملتی ہیں جیسا کہ آیات مکی: سورہ اعراف: ۸۸، سورہ ابراہیم: ۱۱۳ وغیرہ میں وضاحت سے ملتا ہے۔ اور امت سید المرسلین ﷺ کے باب میں مدنی سورہ بقرہ میں

حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوا[40]

سے واضح کیا گیا ہے۔ اور اخراج انبیائے کرام اور ان کے اصحاب اور ہجرت/اخراج سید المرسلین ﷺ اور صحابہ کرام میں مکی و مدنی آیات کا تسلسل وارتقا ثابت کرتا ہے۔ انانیت پسند اور مغروانہ مقصد و مطلوب کے لیے نہ صرف ان کے وطن میں ان پر مظالم کیے اور ان کا اخراج کیا، بل کہ بعد ہجرت مدینہ ان پر جنگ، فوج کشی اور قتال و خوں ریزی کا دروازہ کھول دیا۔ روایات سیرت واحادیث میں اس کی بہت سی مثالیں اس کی تشریح وتائید کرتی ہیں۔ یہ اپنی ملت میں واپس لانے کی دوسری جہت ہے اور اس کا ذکر مہاجرین حبشہ کے ضمن میں وفد قریش کے ترجمان نے دربار نجاشی میں کیا تھا اور مہاجرین کے ترجمان نے اسی کا شکوہ کیا تھا۔[41]

۸۔ اللہ رب العزت نے مہاجرین اور ان کے سید المرسلین والمومنین ﷺ کی جلاوطنی، تعذیب اور اخراج کو اپنی راہ میں اذیت دہی سے تعبیر کر کے اخراج کی جہت مرتبت بڑھا دی:

وأذوافی سبیلی

شان نزول کا ایک اشارہ ابن عطیہ اندلسی کی تفسیر میں مہاجرین حبشہ کے حوالہ سے آیا ہے۔ ان میں سے متعدد صاحبان مال و منال تھے۔ سید مودودی کے لیے ملاحظہ ہو: تفہیم القرآن میں سورہ حج کا پس منظر۔

39۔ جیسے سورہ حج: ۴۰ میں بتایا گیا ہے۔

40۔ بقرہ: ۲۱۷

41۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۲۱۱: ۔۔۔فیردوهم علیهم ، لیفتنوهم فی دینهم ویخرجوهم من دارهم التی اطمانوابها"/حضرت جعفرؓ کی تقریر کے کلمات تھے: ۔۔۔فتنو ناعن دیننا لیردوناالی عبادة الا وثان من عبادة الله تعالیٰ -----الخ

ڈپٹی نذیر احمد نے قوسین میں اس کی کیا خوبصورت تعبیر کی ہے:

اور ہماری ہی وجہ سے ستائے گئے اور نکالے گئے۔

اللہ رب العالمین نے اپنی راہ میں اپنی ذات والا صفات کی خاطر ستائے جانے والے صاحبان ایمان و محبت کی اور بھی مقامات پر تعریف و تحسین کر کے ان کے لیے فضل الٰہی اور کرم ربانی کی یقین دہانی کی ہے۔ ان آیات کریمہ کے موازنے سے اخراج و دربدی کے مارے لوگوں کی محبت الٰہی کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ سب کچھ راہ الٰہی میں نچھاور کر چکے تھے۔ مکی سورہ انعام-۳۴ میں انبیائے کرام کی تعذیب سے سید المرسلین کو تسلی دی گئی اور صاحبان ایمان کے لیے سبق بنایا گیا جیسا کہ آیت کریمہ کے بیان سے واضح ہے اور اس کی مزید وضاحت و تشریح اور تائید و تصدیق روایات تفسیر و حدیث سے کی گئی ہے اور ان کا ذکر کتب میں ہے۔

۹۔ایمان باللہ فی سبیل اللہ کی جیسی عظیم جہات کے ساتھ صحابہ کرام اور سید المرسلین ﷺ کی ہجرت و اخراج کا ایک مقصد اعظم و اکبر اور سب سے بلند بالا جہت یہ ہے کہ وہ تمام مہاجرین کرام صرف اللہ کا فضل طلب کرتے/چاہتے ہیں اور اس کی رضا/رضوان کے خواہاں ہیں:

يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَاناً[42]

فضل الٰہی اور رضائے ربانی کی طلب ایمان کا تقاضا ہے اور محبت الٰہی کا وتیرہ، اللہ تعالیٰ نے اس کی طلب پر بہت سی آیات کریمہ میں ابھارا ہے یا اسے قابل تحسین گردانا ہے۔[43] اس باب میں رحمت الٰہی کا یہ زاویہ بہت اہم ہے کہ خاکی انسان کی مادی رزق کی طلب کو فضل الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ اخراج و ہجرت میں یہ جہت بھی تھی۔

۱۰۔اسی جہت عظیمہ کے ساتھ سورہ حشر میں ہی ایک اور جلیل القدر جہت ان مہاجرین کرام کی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں:

ينصرون الله ورسوله[44]

اللہ قدیر و عظیم اور اس کا رسول اعظم ﷺ کسی طرح کسی انسان کی مدد و نصرت کا محتاج نہیں لیکن مہاجرین کرام کی ہجرت کی سرگرمی اور رسول اکرم ﷺ کی طلب پر ترک وطن کو اللہ تعالیٰ نے بہ طور احسان شناسی اپنی اور رسول کی نصرت سے تعبیر کیا اور اس سے ان کی اور توقیر و تعظیم میں اضافہ بل کہ مبالغہ کیا۔ اللہ و رسول اللہ ﷺ کی نصرت و امداد کی بہت سی دوسری مکی و مدنی آیات کریمہ اسی مقصد سے آئی ہیں۔

۱۱۔ فضل الٰہی آیات قرآنی اور بالخصوص آیات ہجرت و اخراج میں دو اہم ترین جہات مادی اور روحانی، دنیاوی اور اخروی پر حاوی و مشتمل ہے۔ عام آیات قرآنی کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ بری کاروبار و تجارت وغیرہ سے اور بحری شکار و مشغلے سے اس کا ایک عملی ارتباط

42۔ سورہ حشر:۸

43۔ جیسے مدنی سورہ بقرہ-۱۹۸ میں ہے، مکی سورتوں میں سورہ نحل:۱۴؛ اسراء ۶۶، ۱۲۰؛ قصص، ۷۳؛ روم، ۴۶؛ فاطر، ۱۲؛ وغیرہ میں ہے۔

44۔ الحشر:۸

ہے۔ خاکی انسان اپنے بشری تقاضوں سے مادی رزق کھانے وغیرہ کی تلاش و حصول کے لیے مجبور ہے، اور اس کو ایک اہم تقاضہ انسانی سمجھا گیا اور اللہ رب العالمین نے اپنے بندگان خاک و آب و باد کو اس کی طلب پر آمادہ کیا اور ان کی جائز مساعی کی تحسین ہی نہیں کی اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔ مثلاً مدنی سورہ مائدہ: ۲: شعائر اللہ میں صرف شکار کے شعائر کی پاس داری کو فضل و رضوان الٰہی قرار دیا۔ مکی سورہ مزمل: ۲۰ میں تجارت و کاروبار کو ان ہی دونوں سے تعبیر کیا۔ آیات ہجرت و اخراج نے اس بشری تقاضے اور لازمی ضرورت کی بھی رعایت کی اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی طلب رزق و فراخی اور دنیاوی کشادگی اور فارغ البالی کی تحسین کی اور وعدہ بھی کیا کہ ان کی بشری طلب رزق کی نہ صرف فراہمی بل کہ فراخی بھی ان کے ترک وطن میں موعود ہے۔ مدنی سورہ حشر: ۸ میں فقرائے مہاجرین کی طلب فضل و رضوان الٰہی کی یہ جہت دنیاوی بھی قابل تعریف و تحسین ہے، بہ شرط کہ وہ ہجرت راہ الٰہی میں ہو۔

۱۲۔ رہی اخروی فضل و رضوان الٰہی کی طلب اور اس پر وعدہ الٰہی کی ضمانت تو وہ اصل کارنامہ ہجرت اور اخراج در راہ الٰہی کا لازمی ثمرہ ہے۔ وہ بھی دوسری عبادات کی طرح ایک عبادت ہے بل کہ غیر معمولی عبادت۔ روایات سیرت واحادیث نبوی سے عبادت رب کی خاطر ہجرت کا ذکر اسی کو بیان کرتا ہے کہ مکے کے لوگ، میری قوم کے اکابر ہمیں اپنے رب کی عبادت نہیں کرنے دیتے، جیسا کہ مہاجرین حبشہ اور ارادہ ہجرت صدیقؓ کی احادیث میں آتا ہے۔ مہاجرین حبشہ کے باب میں خاص طور سے عبادت رب کی آزادی کے ساتھ امن و عدل کی زندگی کی ضمانت ملی سو ملی ہی مگر اسی کے ساتھ معاشی فارغ البالی یا معاشی فراغت بھی نصیب ہوئی۔

ہجرت مدینہ کے باب میں مدنی سورہ حشر: ۹ کی آیت کریمہ فقرائے مہاجرین کی آبادکاری میں، میزبانی اور رزق رسانی میں، ان کی ہجرت کو فال نیک سمجھنے اور مہاجرین کی آمد کو کھلے دل اور کشادہ باہوں سے قبول کرنے میں، اپنی ضرورتوں کو تج کر مہاجرین کی امداد اور کھانے پینے میں جاں نثاری کرنے میں اور پھر ان تمام فیاضیوں اور قربانیوں میں تنگ دلی نہ کرنے بل کہ کشادہ دلی اور فرحت و نشاط کا احساس وافتخار کرنے میں انصار کرام کے مثالی طرز عمل کی بڑی دلآویز و جاں سوز و روح پرور مرقع نگاری کی گئی ہے اور وہ سب دنیاوی کشایش، مادی فراغت اور دنیاوی خوش حالی کی ہی تصویر کشی ہے۔ ان کی تفسیر و تشریح میں آیات حدیث و روایات سیرت کا ایک عظیم ذخیرہ ہے، جو مدنی صحابہ کرام کے ایمان و ایثار کا شاہد ہے۔ دوسری طرف مہاجرین کرام تمامتر میزبانی انصار سے تمتع و لطف اندوزی کے ساتھ بقول شبلی اپنی تجارتی سرگرمیوں میں لگ گئے اور انصار کرام کی خوش حالی کو مزید بڑھایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین کرام اور اسلامی معاشی واقتصادی ترقی کے صرف چند آثار وامثال روایات میں ملتے ہیں۔ ایک تحقیقی تجزیہ و مطالعہ اس کی عدیم المثال ترقی دکھائے گا۔

اخراج/ہجرت کی جہات نصرت

اپنی ہجرت مدینہ اور سید المرسلین ﷺ کی فرمائش و حکم پر اپنے محبوب ترین وطن مکہ مکرمہ سے نقل مکانی کو اللہ رب العالمین نے اپنی اور اپنے رسول اکرم ﷺ کی مدد و نصرت کرنے والا قرار دیا اور اس قرار داد نصرت و اعانت پر صادق اور سچے لوگوں (الصادقون) کا تمغہ افتخار جناب الٰہی سے پایا۔ مذکورہ بالا سورہ حشر: ۸ وینصرون اللہ ورسولہ کے فرمودات ربانی کے مصداق بنے۔ وہ

فقرائے مہاجرین کا خالص محبت الٰہی کا کارنامہ ہونے کے ساتھ ہی صرف ایک دنیاوی و مادی اور ظاہری عمل ہی تھا جسے وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تاریخی و توقیتی لحاظ سے اس کا اگلے اقدام سے ابھی ارتباط نہیں تھا۔

نصرت الٰہی و اعانت نبوی کی ایسی اعمال و اشغال دنیاوالی طاعت کی اور بھی قسمیں اور جہتیں قرآن مجید کی دوسری آیات کریمہ میں بیان کی گئی ہیں، لیکن ہجرت کرکے اور مہاجرین کی مدد و نصرت مادی کرکے جو اللہ و رسول کی مدد کی گئی اس کا خاص ذکر مدنی سورہ حدید: ۲۵ اور مدنی سورہ انفال: ۷۲-۷۴ میں مہاجرین کی ہجرت اور انصار کی مادی امداد کے ساتھ قتال و جہاد کا بھی ارتباط خاص ملتا ہے۔ سورہ حدید میں لوہے / حدید کے حوالے سے وہبہ طور تعریض ہے اور انفال کی دونوں آیات کریمہ میں وہ واضح انداز سے مہاجرین سابقین اور مہاجرین متاخرین کے راہ الٰہی میں اپنے اموال و انفس کے جہاد کی جہت رکھتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ[45]

دوسری آیت کریمہ میں ان دونوں طبقات صحابہ کرام کو سچا مومن قرار دے کر ان کی مغفرت و رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے:

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ[46]

اور اس کے بعد والی آیت کریمہ میں ان دونوں کو اولوالارحام / قرابت دار قرار دیا گیا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنكُمْ[47]

اور جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی ان کی مہاجرین و مومنین سے دوستی، عزیزداری، ولایت ہی کی نفی کردی گئی:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا[48]

ان کی مدد و نصرت محض ایمان اور اسلام کے رشتے سے باقی رکھی مگر مشروط کردی گئی کہ وہ کسی معاہدہ والی قوم کے خلاف نہ ہو۔

یہ اصلاً لازمی ہجرت کی فرضیت کا بیان قرآنی ہے جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ سے قبل ایک قانون الٰہی بن گیا تھا اور مدنی ہجرت کے بعد موکد کیا گیا۔ مکہ مکرمہ یا دوسرے مقامات پر اپنی مرضی سے آباد و شاد رہنے والوں کے لیے عتاب الٰہی اور وعید ربانی تھا کہ اب ایمان و اسلام کی اصل کسوٹی ہجرت مدینہ ہے، تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد و نصرت کی جائے۔ اس میں بجا طور سے مسلم آبادی کی یک جائی اور اجتماعیت و عددی طاقت کے نمایاں پہلو و جہات تو تھے ہی اگلے اقدام نصرت الٰہی و نبوی کی لازمی ضرورت کے تقاضے بھی مستور تھے اور وہ تھے قتال و جہاد اسلامی کے سلسلے میں ان کی شرکت و اعانت۔

45۔ الانفال: ۷۲

46۔ الانفال: ۷۳

47۔ الانفال: ۷۴

48۔ الانفال: ۷۲

اخراج مہاجرین ورسول اللہ ﷺ باعث جہاد و قتال

بالعموم بیعت عقبہ آخرہ کے بعد مکی مہاجرین کے نقل مکانی/ہجرت کے بعد اور ہجرت نبوی سے قبل قتال و جہاد کے اذن الٰہی کا ذکر روایات سیرت میں آتا ہے، جیسا کہ سیرت ابن اسحاق کے ہجرت کے باب میں موجود ہے اور جس کی وجہ سے متعدد علمائے سیرت اور مفکرین اسلام اذن قتال و جہاد کے اواخر عہد مکی میں آنے کے قائل ہی نہیں، داعی بھی ہیں، محققین سیرت و حدیث کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اذن و حکم قتال تو مکی دور کے اواخر میں آیا، لیکن اس پر عمل آوری کو استطاعت و طاقت سے جوڑ دیا گیا۔ روایات حدیث و سیرت میں بعض صحابہ کرام کے طبقات کا خیال تھا کہ اب مکی اکابر/قریش کے خلاف قتال و جہاد چھیڑ دیا جائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتفاق نہیں کیا کہ ابھی جہاد و قتال کے اسباب و سامان مہیا نہیں ہیں، لیکن اس نے قتال و جہاد کے قوی امکانات ظاہر کر دیے۔ بہت سے سیرت نگاروں اور علما و مفکرین کا خیال ہے کہ اذن قتال و جہاد اوائل مدنی عہد میں آیا تھا اور سورہ حج میں آیا ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا[49]

لیکن اسی کی تفسیر میں بعض نے اسے مکی دور کا اذن قتال بھی قرار دیا ہے۔ بیعت حرب کی شرائط عقبہ سے مکی اذن قتال کی واقعاتی تصدیق ہوتی ہے۔[50]

اسی طرح عام خیال ہے اور اس کے قیام و رواج میں سورہ حج کی مذکورہ بالا آیت کی تفہیم و تشریح کا عمل دخل ہے کہ مہاجرین پر قتال و جنگ تھوپی گئی یعنی پہلے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتال و جہاد کا ہدف بنایا گیا اور ان پر ظلم کیا گیا، لہٰذا ان کو بھی قتال و جہاد کی اجازت دی گئی۔ یہ مشہور عام نظریہ ہے۔ مختلف نظریات اور اختلافات سے قطع نظر، قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ واضح کرتی ہیں کہ اذن قتال و جہاد کا اصل باعث کفار قریش کا اخراج رسول ﷺ تھا۔ ان میں سے ایک سورہ حج کی اگلی آیت کریمہ: ۴۰ ہے، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، وہ اخراج/ہجرت ہی کا باعث اذن قتال بتاتی ہے۔ اس میں ہجرت ناحق کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں بعض کے ذریعے بعض کے دفعیہ کا ذکر کیا ہے اور وہ قتال و جہاد کے سوا اور کچھ بھی نہیں:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ[51]

49۔ حج:۳۹

50۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۵۷ ومابعد؛ ابن عطیہ اندلسی، المحرر الوجیز، ۷/۶۰ ومابعد: نزلت عند هجرة النبی ﷺ الی المدينة (ابن عباسؓ وابن جبیر)، حاشیہ ۵ میں تفسیر طبری۔ ۱۸/۶۴۵؛ حضرت مجاہد کا قول کہ ہجرت مدینہ کے وقت نزول ہوا لیکن روکا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے آیت سنتے ہی فرمایا تھا کہ اب قتال ہوگا۔ حاشیہ میں حوالہ مسند احمد، ترمذی، طبری، ابن حبان کا ہے؛ ابن کثیر، آیت کریمہ، یہی یہی روایات ہیں اور یہ مزید وضاحت کہ اذن جہاد کی یہ اولین آیت ہے۔

51۔ حج:۴۰

اس میں صوامع (خانقاہوں)، بیع (گرجوں)، صلوات (معابد) اور مساجد کے ڈھا دیے جانے کا ذکر اس دفع الٰہی کا وقت ہجرت حبشہ کا قرار دیتا ہے۔ امام ابن عطیہ اندلسی نے تو ہجرت حبشہ کے بعد ہی مومنین مکہ کے کفار مکہ میں سے جس پر قابو چل جائے اس کو قتل کرنے اور ان کے خلاف جنگ چھیڑنے کا ذکر کیا ہے:

روی ان هذا الايلة نزلت بسبب المومنين، لما كثيروا بمكة وآذاهم الكفار وهاجر من هاجر الى ارض الجبشة اراد بعض مومنى مكة ان يقتل من امكنه من الكفار ويغتال ويغدر ويحتال فنزلت هذاالاية الى قوله ''كفور''، ووعده فيها بالمدافعة ---

دفع و مدافعت الٰہی پر یہ خاص بحث ہے۔

امام اندلسی نے بہ ہر حال ایسی کئی روایات و تفسیرات نقل کی ہیں جو ہجرت نبوی/اخراج رسول ﷺ کو ظلم قرار دے کر جہاد و قتال کی فرضیت ثابت کرتی ہیں:

كان الاذن بسبب انهم ظلموا

مذکورہ بالا تفاسیر کی روایت ابن عباس میں حضرت ابو بکرؓ کا قول نقل کیا ہے جب کہ نبی ﷺ کو مکہ سے نکالا تو فرمایا گیا:

انھوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اور وہ ضرور ہلاک ہوں گے:

اخرج نبيهم ليهلكن

اس میں اخراج ہی پر سب سے زیادہ زور ہے۔ حافظ ابن کثیر نے ان تمام روایات کا زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بیعت عقبہ کی بیعت حرب سے ان کا رشتہ جوڑا ہے کہ اب وہ قتال کے سزاوار بن چکے تھے۔[52]

قتال در شہر حرام سے اخراج اکبر

اوائل عہد مدنی میں خاص سریہ حضرت عبداللہ بن جحش اسدی خزیمیؓ/نخلہ میں شہر حرام میں قتال کے مسئلے پر قریش نے بہت لے دے کی، اور سوالات کی بوچھاڑ کی کہ شہر حرام میں قتال کیسا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسے ''کبیر'' قرار دیا، مگر اس سے زیادہ اخراج اہل مکہ کو ''اکبر'' قرار دے کر ان کا منہ بند کر دیا۔ اخراج اہل مکہ پر اس قدر زور ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخراج صحابہ و نبی اکرم ﷺ سب سے بڑا جرم تھا اور اس کی سزا و پاداش صرف قتال و جہاد کے ذریعہ مجرمین اخراج کا استیصال تھا اور یہی سنت الٰہی متواترہ ہے۔ اخراج کو فتنہ کہا گیا جو قتل سے زیادہ بڑا جرم ہے اور ان کے مسلسل قتال و فوج کشی کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ اخراج کے بعد ان کا یہ واحد مشغلہ رہے گا۔ سورہ بقرہ: ۲۱۷ کو اس بیان کے بعد سورہ توبہ: ۱۳ میں اہل ایمان اور اخراج و ہجرت پر مجبور کیے جانے والوں کو اللہ رب العزت والجلال قتال پر ابھارتا ہے: کیا تم ان لوگوں سے قتال نہ کرو گے جنھوں نے اپنے تمام عہد و پیمان توڑ دیے اور رسول کے اخراج کے درپے بنے:

وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ

52۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر بہ ذیل آیات مذکورہ

اور پھر خود فوج کشی کرنے کا اقدام کر کے تم پر جنگ تھوپ دی اور ان کو عار بھی دلاتا ہے۔

کیا تم ان سے ڈرتے ہو حال آں کہ تم کو صرف اللہ ہی سے ڈرنا چاہیے۔

اس آیت کریمہ میں اخراج رسول ﷺ سے آغاز کر کے اول فوج کشی سے بعد کے تمام غزوات اور جنگوں کے سلسلہ کو اسی اخراج سے جوڑ دیا ہے کہ وہ اصل باعث جنگ و جہاد بنا۔ اس سے قبل مکی سورہ اسراء میں یہ وعید سنادی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراج کے بعد وہ ظالم بھی کچھ مدت کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ مکی آیت کریمہ میں وارد وعید فنا کا نفاذ غزوہ بدر کے بعد اول مرحلے میں ہوا اور وہ مدنی آیت میں اس کا تسلسل ثابت کرتا ہے اور یہ تسلسل فتح مکہ تک جاری رہا۔ روایات و تفسیرات اور احادیث غزوہ بدر کا حوالہ دیتی ہیں کہ تمام مجرمین اخراج و ہجرت نہ سہی ان کی اکثریت میدان بدر میں موت کے گھاٹ اتر گئی اور بقیہ فتح مکہ تک کے غزوات کے دوران اپنے جرم اخراج کی پاداش میں اپنے انجام بد سے دوچار ہوتے رہے اور بالآخر فتح مکہ میں ان کا اقتدار و تسلط / قیام و سکونت ختم ہوا۔ اب ان کو اپنے جرم اخراج رسول و اہل ایمان سے نجات و کفارہ کی صرف ایک صورت رہ گئی تھی کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر بہ طور مومن و مسلم قیام کریں۔ اس پوری بحث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اخراج / ہجرت سے صرف اولین جہادی اقدامات کا ارتباط نہ تھا بل کہ تمام تر سلسلہ غزوات و جہاد اسی سے وابستہ اور اسی میں پیوستہ تھا۔

اخراج نے جو جنگ کی چکی چلائی تھی وہ آخری دانہ کے پسنے کے بعد ہی تھم سکتی تھی اور تھمی بھی۔ گزشتہ اقوام اور ان کے انبیائے کرام کے معاملۂ اخراج میں عذاب الٰہی / تقدیری و تکوینی اسباب و عوامل سے ان کی سرکوبی کا ذکر زیادہ ملتا ہے، لیکن انسانی ہاتھوں سے بھی ان کی سرکوبی و دفعیے کی نظریں ملتی ہیں۔ سید المرسلین ﷺ کے اخراج کی پاداش میں عذاب الٰہی تلوار رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین اور انصار کی سیوف اللہ کے ذریعہ اور ان کے پس پشت آیا۔ وہ مجرمین اخراج و ہجرت کے لیے زیادہ مہلک اور باعث ننگ و عار تھا۔

موالات و ترک موالات کفار

ایمان و اسلام اور کفر و شرک کے دینی اختلاف و تنازعہ کے باوجود اللہ رب العالمین نے صلہ رحمی، قرابت اور دوستی کے تعلقات پر کوئی قدغن نہیں لگائی۔ صحابہ کرام اور سید المرسلین کو اپنے تمام اہل قرابت کافروں کے ساتھ لطف و محبت اور مدارات باہمی کرنے کا حکم بھی دیا حتی کہ دینی اختلاف کے سبب ظلم و ستم کرنے والے اشقیا اور صلہ رحمی کے تعلقات توڑنے والے قریشی و عرب عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا قانون بنایا، صرف یہ پابندی لگائی کہ کافر و مشرک اعزہ و اقارب کے کفر و شرک کے معاملات میں شرکت نہ کریں اور نہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اپنائیں۔ آیات قرآنی، احادیث نبوی، اخبار و روایات سیرت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے فضائل اخلاق اور احسان سلوک کی صدہا مثالیں اسے مستند کرتی ہیں۔

اخراج و قتال باعث ترک موالات

ا۔ اخراج / ہجرت، گھروں سے ان کی دربدری پروردگار عالم کو اتنی غضب ناک کر گئی کہ اس نے ایسے مجرمین کے ساتھ موالات صحابہ کرام و اہل اسلام کا راستہ ہی بند کر دیا اور اسے ترک موالات کفار معاندین کا اصول قرار دے دیا۔ جو کفار و مشرکین اخراج نبوی و صحابہ و مسلمین کے ذمہ دار نہ تھے اور نہ کسی طرح ان کے اخراج میں حصہ لیا تھا اور نہ ہی مجرمین اخراج کی امداد و اعانت کی تھی ان سے دوستی و محبت و موالات کی اجازت عطا کی۔

۲۔ موالات و ترک موالات کا دوسرا اصول جو اصلاً اخراج رسول ﷺ اور صحابہ و مسلمین ہی کا شاخسانہ تھا، دین میں قتال کا ہے۔ یعنی جن لوگوں/کافروں نے دین کے بارے میں قتال نہیں کیا ان سے موالات کی ممانعت نہیں ہے بل کہ ان کے ساتھ دوستی، مدارات سے بڑھ کر نیکی کرنے، احسان و ایثار کرنے اور عدل و انصاف کرنے کے علاوہ کرم گستری کا وتیرہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ وہ صرف اجازت کا معاملہ نہیں ہے جیسا کہ دروبست ہے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دونوں اصول موالات و ترک موالات کا بہت واضح ذکر سورہ ممتحنہ کی آیات: ۸۔۹ میں ہے اور موالات کے حکم کو ترک موالات کے حکم پر ترجیح دے کر اسے اسوہ و قانون تو بنایا ہی موالات/اثبات کو اصل قرار دیا اور ترک موالات/ممانعت و نفی کو محض کافرانہ تجاوز کی وجہ سے محدود کر دیا۔

۳۔ ان دونوں احکام موالات و ترک موالات کفار کا اطلاقی پہلو عہد نبوی و خلافت اسلامی یہی رہا کہ صرف معاندین و مجرمین اخراج و قتال سے جنگ کی اور عام امن پسند، صلح جو اور دوست دار کفار و مشرکین کے ساتھ نیکی اور احسان کا سلوک کیا۔ ہجرت نبوی کی ان اطلاقی آیات سے جدید دور میں بھی تمام غیر مسلموں اور کافروں کے ساتھ یہی روش و تعلق استوار کرنے کا ابدی و لازمی اصول ہے: اخراج و وطن بدری اور دین کے باب میں قتال والوں سے کوئی موالات نہیں۔ مسلمانوں کے ان کے گھروں سے اخراج نہ کرنے، اس پر کسی طرح سے مجرموں کی مدد و اعانت نہ کرنے اور ان سے دینی جنگ نہ کرنے والوں سے دوستی، محبت اور موالات لازمی ہے۔

۴۔ اخراج و جلاوطنی اور جبری ہجرت نبوی کا اطلاقی قانون الٰہی یہ ہے کہ مجرمین اخراج کا مواخذہ اور مکافات دیر سویر ضرور ہوتا ہے۔ ایمان والوں کی وطن بدری اقصائے عالم میں جہاں جہاں ہو رہی ہے اس کا انجام آخر میں مہاجرین و جلاوطنوں کی آبادکاری اور مجرمین وطن بدری کی تباہی میں مقدر ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ مہاجرین صبر و مدافعت کریں اور اسباب مہیا ہوں تو جہاد کریں۔ اہل مظالم کا دفعیہ پھر ان کے ہاتھوں ہو گا یا عذاب الٰہی اور تکوینی قانون کے دمدمے سے۔

خلاصہ

اخراج/ہجرت نبوی و صحابہ کرام ایک اہم ترین اور دوررس نتائج کا حامل مکی واقعہ تھا، جس کا ذکر مکی سورتوں سے مدنی سورتوں تک وسیع ہے۔ سابق انبیائے کرام اور ان کے صحابہ عظام کے اخراج و ہجرت کا زیادہ ذکر مکی سورتوں میں ہے اور اس کا مقصد تالیفِ سید المرسلین وصحابہ ہے۔ مکی و مدنی آیات میں اخراج و ہجرت نبوی کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ چند مکی آیات کریمہ سے بہت زیادہ مدنی آیات کریمہ میں اس کا بیان صریح ملتا ہے۔ وہ ایک طرف تسلسل وارتقائے بیان کا ایک عظیم الشان اور وسیع الجہات قرآنی تناظر ہے، جو مکی و مدنی ادوار نبوی کو ایک غیر منقسم اور متحدہ دور وحدت بناتا ہے تو دوسری طرف تاریخی دھاروں کو، خواہ وہ ظاہری واقعات کی صورت میں نمو پذیر ہوں، خواہ غیر مرئی زیریں لہروں کی صورت میں واقعات کی ظاہری صورت گری کریں، ایک مسلسل و متواتر، ادوار زمانی و مکانی کی تقسیمات سے پرے، تمام رکاوٹوں، بندوں اور حد بندیوں سے آزاد، ایک ترقی پذیر اور رواں دواں، پیہم جاوداں زندگانی اور مستقل حرکیت اور مدام اقدامیت اور صرف آگے اور آگے بڑھتے رہنے کی ناقابل تقسیم اکائی بناتا ہے۔ تاریخ انسانی بالعموم اور تاریخ اسلامی بالخصوص ایک آگے بڑھنے والا دھارا ہے، جس کی اندرونی لہریں سطح آب کی موجوں کو صرف آگے بڑھاتی رہتی ہیں اس لیے اسے قرآنی زبان میں سنت الٰہی کہا گیا ہے، ایسی سنت الٰہی جس میں کسی قسم کا شائبہ تبدل و تغیر نہیں، وہ ایک مستقل و بسیط حقیقت ہے۔ اس کی سب سے اہم جہت یہ ہے کہ وہ علت و معلول، سبب و مسبب، عامل و معلول کی پابند ہے، مقدر و مقرر علت کا ایک مقررہ و متعینہ نتیجہ ضروری

ہے۔ یہ سلسلہ علت و معلول اور سبب و نتیجہ صرف وحدانی نہیں کہ ایک علت و سبب کا صرف ایک معلول و نتیجہ نکلے اور وہ اپنی کار سازی تمام کردے، ایک علت و سبب دوسری علت و سبب سے اور دوسری تیسری سے اور اسی طرح علل و اسباب کا ایک متواتر و مسلسل سلسلہ اپنے انجام و نتائج کی طرف چلاتا رہتا ہے اور آخری انجام تک تمام ہوتا ہے۔

اخراج/جبری ہجرت و وطن کا سلسلۂ علل و معلولات اور تسلسل وارتقائے نتائج و ثمرات سید المرسلین و صحابہ کرام کے وطن مالوف سے دار الھجرۃ مدینہ منورہ کی طرف نقل مکانی کا ایک ظاہری واقعہ بنا۔ اس اخراج نبوی میں جبر و اکراہ کا بنیادی عنصر ظلم و تعدی سب سے مکروہ و ناپسندیدہ تھا اور متعدد جہات و مکروہات کا حامل: وہ بغیر حق/ناحق تھا کہ سید المرسلین ﷺ و صحابہ مہاجرین نے کسی قسم کی زیادتی شخصی یا اجتماعی مکی معاشرہ کے ساتھ نہ کی تھی۔ ان کا واحد قصور یہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے اور دین کی پیروی کرنا چاہتے تھے اور یہ آزادی عقیدہ و عبادت مجرمین اخراج کو قبول نہ تھی، حال آں کہ متعدد صلح جو اکابر اور آزادی فکر و عبادت کے قایل اکابر و خواص قریش بالخصوص عاص بن وائل سہمی جیسے ظالمین و مجرمین اخراج سے متفق نہ تھے۔

اخراج اور جبر و اکراہ پر مبنی ہجرت نبوی و صحابہ کرام کی دوسری ناپسندیدہ جہت اخراج اہل یعنی باسیوں/باشندوں کے اخراج میں کارفرمائی کررہی تھی۔ ایک اور مکروہ جہت یہ تھی کہ مہاجرین اور ان کے سید والا مرتبت کو ان کے گھروں (دیارہم) سے نکالا گیا تھا۔ وہ دوسروں کے گھر بند یا کرایہ دار نہ تھے۔ اسی سے وابستہ ایک اور جہت مکروہہ یہ تھی کہ ان کے اموال (اموالھم) سے ان کو باہر کیا گیا اور اس طرح ان کو ان کے پیداواری ذرائع سے محروم کردیا گیا۔ ان تمام ناپسندیدہ جہات اخراج کا ایک اجتماعی ارتباط و تعلق حرم مکہ مکرمہ سے ان کے اخراج سے تھا جہاں سب کو پناہ و امان ملتی تھی لیکن صاحبان حرم کو نہ مل سکی۔ اللہ رب العزت نے اسی بنا پر یا انھیں تمام وجوہ سے مہاجرین کو فقرا قرار دیا اور سب سے زیادہ ان کے اخراج و ہجرت کو اپنے راستے میں اذیت دہی/تعذیب کا شکار بتایا۔ فقرائے مہاجرین کی مہاجرت و اخراج کو فضل الٰہی اور رضوان ربانی کی طلب میں ان کی سرگردانی قرار دیا اور ان کو دنیاوی و اخروی اجر و ثواب سے نوازا۔ دنیاوی اجر و انعام میں دار ہجرت کے اصل باسیوں/انصار کرام کی میزبانی، مدارات، امداد، اعانت، ایثار و قربانی جیسی وسیع الجہات کرم گستری ملی اور ان کو تعریف و تحسین کا حق دار ربانی ہی نہیں بنا گئی بل کہ ان کو انصار کرام کا لقب ذی شان دے گئی کہ وہ انصارِ مہاجرین کے ساتھ اللہ و رسول کے انصار بھی تھے۔ اخروی اجر و جزا اور انعام کا وعدہ الٰہی ان کی حیات جاودانی، جنت اعلیٰ کی سکونت، رزق کریم کی میزبانی اور سب سے بڑھ کر رضوان الٰہی سمیت نصیب ہوا۔

مہاجرت پر مجبور کرنے اور اخراج نبوی و صحابہ کرام پر بس کردینے کی فطرت مجرمینِ اخراج کی نہ تھی، وہ تو ان بندگان الٰہی کو اپنی ملت فاسدہ میں واپس لے جانے کے متمنی ہی نہیں منصوبہ بندی کرنے والے لوگ تھے جیسے انبیائے سابقین اور ان کے اصحاب کرام کے معاملے میں ان کی اقوام و ملل کرتی رہی تھیں۔ انھوں نے سازشوں کے ذریعے، اپنے سفارتی وفود کے واسطہ سے، اول دار الھجرت میں صاحب اقتدار کے دربار میں سفارتی مساعی کی صورت میں اور آخری دار ہجرت میں مدینہ منورہ کے یہودی و اہل نفاق طبقات میں فسادی وافسادی طریقوں سے ہر طرح کا زور لگایا لیکن دونوں مقامات ہجرت پر ناکامی اٹھانے کے بعد فوج کشی کی۔ مدنی آیات ہجرت و اخراج میں ان تمام مساعی مجرمین کا ذکر مختلف حوالوں سے بار بار کیا گیا ہے اور ان کے تمام اقدامات کا خاص کر دین حق سے اپنی ملت ناحق میں لوٹالے جانے کا بیان واضح انداز میں کیا ہے اور اسی علت العلل کے باعث اللہ رب العزت نے ان ظالموں اور مجرموں اور حملہ آور کے

خلاف جہاد کا حکم دیا اور نہ صرف جہاد کا حکم دیا بلکہ اہل ایمان مہاجرین کو برانگیختہ کیا کہ ان کا قتال وجہاد کے ذریعہ قلع قمع کریں اور اپنے دفعیہ مفاسد انسانی کے اس اصول کے اطلاق و نفاذ کے ذریعہ سلسلہ غزوات نبوی چلایا اور اولین غزوہ قتال غزوہ بدر میں ان کے بیشتر مجرمین اخراج کا خاتمہ کر کے فساد اخراج کا سد باب کیا اور غزوۂ بدر کے بعد سے غزوہ فتح مکہ تک سلسلہ غزوات جو چلا وہ اخراج نبوی کی پاداش میں تھا اور مجرموں کا استیصال اور ان کی اپنی وطن بدری یا خود سپردگی پر ختم ہوا۔ فتح مکہ کے ساتھ وہ وعدہ ربانی پورا ہوا کہ آپ کے بعد وہ اپنے وطن میں صرف ایک عرصہ قلیل تک ہی رہ سکیں گے۔ اخراج نبوی/ہجرت سید المرسلین ﷺ وصحابہ کرام دراصل تمام غزوات نبوی اور جہاد وقتال کا باعث بنا اور اس کے عذاب الٰہی نے انسانی ایمانی اور اسلامی جہاد کی صورت میں ان کا خاتمہ کر دیا۔

تمام مدنی آیات اخراج وہجرت میں ایک زمانی تسلسل وارتقا کا ایک منظر نامہ یہ ملتا ہے کہ وہ اول مرحلہ ہجرت سے فتح مکہ تک اور فتح مکہ کے بعد سے آخری اہم ترین سورہ توبہ تک مسلسل اس اخراج وہجرت کا ذکر اس کی تمام جہات کے ساتھ برابر کرتا رہتا ہے اور ان سب کا رشتہ وارتباط مکی آیات کریمہ سے جوڑ دیتا ہے۔ یہ قرآنی تناظر ایک ارتقائے مسلسل اور بلا انقطاع تسلسل وتواتر کا ہے جو زمانی ومکانی حدبندیوں سے آزاد ایک وحدت ہے۔ اور آخر میں ایک قانونِ موالات وترکِ موالاتِ کفار ومشرکین بناتا ہے جو دائمی ہے، جن اہل کفر وشرک نے اہل اسلام کو ان کے گھروں/وطنوں سے نہیں نکالا اور نہ اخراج کے مجرمین کی کسی طرح امداد واعانت کی اور نہ ہی دین کے معاملے میں ان سے قتال وجنگ کی ان سے دوستی ومدارات وموالات کی ہی اجازت نہیں ان سے احسان وحسن سلوک اور منصفانہ ایثار وموالات کی بھی تدبیر کی اور یہ بھی فرمادیا کہ نیکی وقسط کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ مگر جن اہل کفر وشرک نے اخراج وہجرت جبری کا جرم کیا اور دین کے معاملے میں اہل اسلام سے قتال وجنگ کی ان سے کسی طرح موالات ومحبت کی اجازت نہیں اور فعال مجرمین اخراج سے ہی نہیں اخراج کی مدد واعانت کرنے والوں سے بھی کسی قسم کی موالات اور تعلق خاطر نہیں قائم کیا جاسکتا۔ ہجرت نبوی کا یہ قانونِ موالات وترک موالات ایک ایمان وعمل کی کسوٹی ہے اور اسی پر صحیح اترنے والے ہی صاحبانِ ایمان اور پیروانِ نبوی ہیں۔

اخراج وجلاوطنی اور جبری ہجرت نبوی کا اطلاقی قانون الٰہی یہ ہے کہ مجرمین اخراج کا مواخذہ اور مکافات دیر سویر ضرور ہوتا ہے۔ ایمان والوں کی وطن بدری اقصائے عالم میں جہاں جہاں ہو رہی ہے اس کا انجام آخریں مہاجرین وجلاوطنوں کی آباد کاری اور مجرمین وطن بدری کی تباہی میں مقدر ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ مہاجرین صبر ومدافعت کریں اور اسباب مہیا ہوں تو جہاد کریں۔ اہل مظالم کا دفعیہ پھر ان کے ہاتھوں ہوگا یا عذاب الٰہی اور تکوینی قانون کے دمدمے سے۔

❁❁❁❁